سبق اردو

چیف ایڈیٹر
دانش الٰہ آبادی

ایڈیٹر، پرنٹر، پبلشر : محمد سلیم
سرنامۂ سرورق : عادل منصوری
جلد:۸، شمارہ : ۱۲
دسمبر ۲۰۲۳

موبائل: 9919142411
سرورق : دانش الٰہ آبادی
Net Banking:SABAQ -E-URDU(MONTHLY)

واٹس ایپ: 9696486386
کمپوزنگ : دانش الٰہ آبادی، اہل قلم
IFSC BARB 0 GOPI BS A/C28240200000214

sabaqeurdu@gmail.com
مطبع: عظیم انڈیا پرنٹنگ پریس، سنت روی داس نگر، بھدوہی
Bank of Baroda, Branch: Gopiganj

فی شمارہ: ۲۰۰ (دوسو روپے)
زر تعاون: ۱۰۰۰ (ایک ہزار روپے)
Gopiganj-221303,Dist.Bhadohi,UP,INDIA

کسی بھی تحریر سے ادارہ کا متفق ہونا لازمی نہیں ہے۔ کسی بھی معاملے کی سنوائی صرف ضلع س۔ر۔ن۔ (بھدوہی) ہی کی عدالت میں ہوگی۔ ادارہ

پروفیسر زیبا محمود	عزیز نبیل کا شعری انفراد	۷
پروفیسر ساجد حسین	ہندی شاعری کا اقبال: میتھلی شرن گپت	۹
ڈاکٹر گلِ رعنا	دخمہ۔ ایک حقیقت، ایک علامت	۱۱
1۔ بسما فردوس 2۔ ڈاکٹر ریحانہ ملک	خودی۔ تصور حیات اور تعلیم	۱۳
ڈاکٹر عبدالحق نعیمی	شہباز راجوروی فن تہ شخصیت	۱۵
ڈ اکٹر نصیب علی	کلاسیکیت اور کلاسیکی اصناف	۱۸
حبیب الرحمٰن	عزیز حامد مدنی: ایک گمنام شاعر	۲۰
ا۔ تسنیم احمد ۲۔ محمد غفران برکاتی	آزاد ہندوستان میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے تئیں ذاکر حسین کی علمی اور انتظامی خدمات	۲۴
محمد اظہر	غیر افسانوی ادب پر حلقۂ ارباب ذوق کے اثرات	۲۷
مقیت احمد شیخ	ساحر لدھیانوی بحیثیت غزل گو: ایک جائزہ	۲۸
اویس گلزار	پشاچ تواریخ کے آئینے میں	۳۰
ا۔ ڈاکٹر شیخ عرفان جمیل ۲۔ محمد حاتم	عصر حاضر میں ہندوستانی مسلمانوں کی تعلیمی ترقی کے اقدامات	۳۱
محمد شہباز رضا	ا سکینڈی نیویا میں اردو شاعری اور جمیل احسن	۳۴
مقالہ نگار: (1) محمد سہیل اختر، (2) فرح جعفری	مغربی بنگال میں مسلمانوں کی سماجی حالات و سماجی استحصال: ایک جائزہ	۳۸

سجاد احمد	کلام میر پر ایک طائرانہ نظر	۴۲
صدف بی	جدید غزل کے موضوعات کی شناخت (ایک تنقیدی مطالعہ)	۴۵
اعجاز احمد ملک	سلطنت آصفیہ میں علم حدیث کی ترویج	۴۸
شائستہ شریف	ترنم ریاض بحیثیت افسانہ نگار اور افسانہ ''شہر'': ایک جائزہ	۵۱
شاہد ملک	محمد حسن عسکری کی میر شناسی	۵۳
رضوان علی	ا ٹھارہویں صدی میں شمالی ہند میں مرصع نثر کی روایت	۵
ڈاکٹر محمد عمران علی	نئ تعلیمی پالیسی کا تنقیدی مطالعہ	۵۷
عابد حسین ڈار،	فارسی ناول میں سماجی شعور: ایک طائرانہ جائزہ	۵۹
سید اعجاز حسین	آ صفجاہی دور میں تاریخ نویسی کی روش و روایت : ایک مطالعہ	۶۱
عمیر حسامی	نفسیاتی تنقید PSYCHOLOGICAL CRITICISM	۶۳
گوہر قادر وانی	۔ شعبۂ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں مطالعات قرآن	۶۶
ا اشفاق فاروق ٹھوکر	شریعت اسلامی کے مبادیات	۶۸
ا رشد سعید	مولوی نذیر احمد اور ان کی علمی و ادبی خدمات کا اجمالی جائزہ	۷۰
ڈاکٹر عارف ایوب شاہ	سر علامہ اقبال فلسفی اور مفکر	۷۲
اعجاز احمد لون	ا دبِ اطفال اور سائنس	۷۴
توصیف احمد الائی	نور شاہ کی افسانہ نگاری ''آسمان پھول اور لہو'' کے آئینے میں	۷۶
آبرو ریاض	' 'جموں و کشمیر میں ابتدائی و ثانوی درجات پر اردو زبان کا طریقہ تدریس، مقاصد اور مسائل' '	۷۹
اسما شکیل	سعادت حسن منٹو کے افسانے اور تقسیم ہند	۸۲
ڈ اکٹر امتیاز احمد	مستنصر حسین تارڑ کے سفرناموں میں جنسیات	۸۳
عاشق احمد ڈار	ٹوپونامی	۸۶
محمد اویس ملک	ا بوالکلام آزاد اور ان کی آزادی کے لیے کاوش	۸۸
ڈاکٹر محمد مظہر الحق	داراشکوہ : ایک مختلف الجہات شخصیت	۸۹
ا رشد سعید	ا ردو میں سوانح نگاری کی روایت اور حالی بحیثیت سوانح نگار	۹۲
غلام محمد کمار	حمیرا اشفاق کے افسانوں کا تنقیدی جائزہ	۹۵
ڈاکٹر جمال احمد	حسرت موہانی کی سیاسی زندگی	۹۷
خورشید احمد ڈار	کشمیری زبان پر اردو کے اثرات	۹۹
شہلا پروین	خاکہ نگاری کی روایت	۱۰۱
محمد منظر حسین	لطف الرحمٰن کی غزلیہ شاعری	۱۰۳
ڈاکٹر سدھارتھ سدیپ	تحریکِ آزادی کی کہانی ناول 'اور تلوار ٹوٹ گئی' کے حوالے سے	۱۰۶
ڈاکٹر عتیق الرحمان* اور محمد مشتاق**	قومی یکجہتی میں مولانا آزاد نیشنل اردو یونیورسٹی، حیدرآباد کا کردار	۱۰۸
ا۔شہباز احمد ۲۔قمر احمد	• ۱۹۶ء کے بعد اردو افسانہ	۱۱۲
عظمیٰ تسنیم	تجرباتی اکتساب کا تصور اور تعلیمی نظام میں اس کی اہمیت	۱۱۴
طارق یوسف پرے	معاصر اردو ناول کے تہذیبی و سماجی سروکار	۱۱۶
عبدالباری	مشتاق احمد یوسفی کی ظرافت نگاری	۱۱۸
شہباز قدیر چودھری	مشرف عالم ذوقی کے ناولوں میں ہندوستانی مسلمانوں کی عکاسی: تقسیمِ ہند کے بعد	۱۲۰
ڈ اکٹر محمد حذیفہ	و لانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی ادبی خدمات (سیرت نگاری و تاریخ نویسی کے حوالے سے)	۱۲۳
مزمل شبلی	جیلانی بانو : ایک ہمہ جہت شخصیت (۱۴/جولائی ۱۹۳۶ء، بدایوں، اتر پردیش)	۱۲۷
شبنم پروین	ا ردو سفرنامہ نگاری اور صحافت کا رشتہ: ایک تنقیدی و تحقیقی مطالعہ	۱۲۹

ڈ اکٹر عارف امیر نجار	پیغام آفاقی: حیات شخصیت اور ادبی خدمات	۱۳۵
شیلت جان	مابعد جدیدیت اور اردو شاعرات	۱۳۸
محمد حسان	پروفیسر مشتاق احمد کا تنقیدی نظریہ ''اقبال کی عصری معنویت'' کے حوالے سے	۱۴۰
تنویر احمد میر	حنا مینہ اور شامی ناول نگاری (ایک تجزیہ)	۱۴۲
ڈاکٹر سیّد شافی	خواجہ نصیر الدین طوسی کے اخلاقی تاثرات اخلاق ناصری کے خاولے سے	۱۴۴
ڈ اکٹر منظور احمد راتھر	تخلیقیت اور نفصیاتی مضمرات: جتندر رُدھمپوری کی ادبی تخلیقات کا نفصیاتی جائزہ	۱۴۶
ڈاکٹر شیخ فاروق باشا	مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی عمری کا نثری آہنگ	۱۵۰
مشتاق احمد گنائی	کشمیری زبان و ادب پر وسطی ایشیاء کے اثرات کا ایک جائیزہ	۱۵۲
ظفر اقبال	ا مجد حیدر آبادی کی رباعیات (ایک جائزہ)	۱۵۵
ڈ اکٹر شبانہ اشرف	قومی تعلیمی پالیسی-2020 کے تحت اساتذہ تعلیم کے پہلو	۱۵۷
اسرار احمد	دھیمے اور نرم لہجے کا شاعر: جاں نثار اختر	۱۶۰
۱۔ڈاکٹر محمّد حسن ۲۔ ارم سلیم ملک	ز بان کی تدریس کا باہمی طریقہ	۱۶۳
سید اکرم حسین	ا ردو نثر میں تفسیر مرادیہ کی اہمیت	۱۶۶
بلال احمد لون	ژ ھائے ڈرامہ کا تنقیدی جائزہ	۱۶۹
ڈاکٹر مشکور معینی	غالب کی نثر نگاری: چند امتیازی پہلو	۱۷۱
سائرہ خاتون	مرثیہ شمالی ہند میں	۱۷۵
ڈ اکٹر رافیعہ اختر	منشیات کے سماج پر برے اثرات	۱۷۸
عامر حمید ماگرے	کشمیری صوفی شاعری اور شمس فقیر	۱۷۹
شکیل احمد بٹ	کشمیر میں زیارات کا سماجی، اقتصادی اور سیاسی رول	۱۸۲
آ سیہ اختر	سر سید کا اسلوب تحریر	۱۸۴
ظہیر عباس	ڈ اکٹر مشتاق احمد وانی کے افسانے ''تنہا پرندہ'' کا تجزیاتی مطالعہ	۱۸۶
غلام اختر رضا	حبیب تنویر اور ان کے ڈرامے	۱۸۸
ڈ اکٹر شیخ جمیل علی	ا سلامی قانون کے بنیادی اصول	۱۹۰
محمد ہمایوں	نور الحسن نقوی کی خاکہ نگاری (ایک جائزہ)	۱۹۲
علی اصغر	ہندوستان میں انگریزی سلطنت کی منظوم تاریخ ''مثنوی جارج نامہ''	۱۹۴
ا حمد علی	ناول کے اسلوب۔ایک تعارف	۱۹۸
مہناز رسول	طنز و مزاح میں فرق اور اہمیت و افادیت	۲۰۱
جاوید احمد میر	علامہ اقبال اور عالم انسانیت	۲۰۲
ڈاکٹر برکت علی نجار	برصغیر ہند و پاک میں اردو زبان کا ایک تاریخی رشتہ	۲۰۴
ا ۔ڈاکٹر شاہ نواز شاہ ۲۔ڈاکٹر نصرت رشید	فارسی ادب میں جنس کی نمایندگی: ایک مختصر جایزہ	۲۰۵
بشر یٰ فاطمہ	ا ردو ادب اور خواتین	۲۰۸
ز بیر احمد کمبے	کشمیر کی صوفیانہ روایت میں شیخ العالمؒ کا تعاون	۲۱۰
ڈاکٹر بلال احمد وانی	' 'آغا حشر کاشمیری کی ڈراما نگاری کا تاریخی و تہذیبی شعور''	۲۱۱
محمد اشرف	فورٹ ولیم کالج سے وابستہ مصنّفین کا اجمالی جائزہ	۲۱۳
ڈ اکٹر سید ادیب حسن	ہندوستان میں فارسی مرثیہ پر اردو مرثیہ کے اثرات	۲۱۵
میک کمار پانڈے	تقابلی مطالعہ کے بنیادی مسائل	۲۱۸
ڈاکٹر صلاح الدین شاہ	ا متیاز علی عرشی: تحقیق اور تدوین کے آئینے میں	۲۲۱
رافیعہ محی الدّین	جموں کشمیر میں خواتین کی نثری خدمات ''اردو ادب کے حوالے سے''	۲۲۳
شبیر احمد میر	پروفیسر نیر مسعود؛ فارسی اور اردو ادب کے ایک معتبر عالم	۲۲۷

وسیم راجا بٹ	حیدر ملک کی " تاریخ کشمیر " کا معائنہ، خصوصیات اور تنقیدی جائزہ	۲۲۹
ڈ اکٹر آصف علی جان	غالب کے خطوط کی خصوصیات	۲۳۲
ا شتیاق حمید	ساحر لدھیانوی کی شاعری کے مختلف موضوعات ۔۔ایک جائزہ	۲۳۵
محمد اسد	عرش صہبائی کی شاعری میں انسان دوستی اور حق گوئی کا پیغام	۲۳۸
ا۔ڈاکٹر سکینہ امتیاز خان ۲۔ڈاکٹر عابد ابراہیم پرہ	پنجاب: کلاسکی فارسی زبان کے آئینے میں	۲۴۰
ڈ اکٹر ریشا قمر	ا نشائیہ نگاری	۲۴۲
ڈاکٹر محمد ذاکر	مابعد جدیدیت اور ردِ مابعد جدیدیت: تعبیر و حوالے	۲۴۵
ڈ اکٹر محمد آصف ملک	غبار خاطر کی جمالیات	۲۴۶
غلام مصطفیٰ تانترے	ا بن انشاء کا سفر نامہ	۲۵۰
محفوظ احمد پوسوال	شھمیری سلاطین کہ عہد میں فارسی زبان و ادب کا جائزہ	۲۵۲
محمد اسرار	صدی کا بڑا فنکار، یوسفی	۲۵۴
مقالہ نگار: طارق احمد بٹ	پروفیسر شادِ رمضان: شخصیت اور ادبی خدمات	۲۵۶
سوریہ پرکاش راؤ	’ ’کلامِ اقبال میں انسان دوستی کا تصور‘‘	۲۵۸
محمد غیاث پاشاہ قادری	دکن میں فارسی نعت گوئی	۲۶۰
نازیہ بیگم	عارف خورشید کا افسانہ ’’سنہیری رت کا فریب‘‘ یک مطالعہ	۲۶۲
غلام اختر رضا	ا مام احمد رضا اور نعتیہ شاعری	۲۶۴
تبسم فاطمہ نگراں ڈاکٹر مرتضیٰ علی اطہر	غلام عباس کی ابتدائی زندگی اور افسانہ نگاری	۲۶۹
ڈاکٹر عاشق حسین میر	شیخ العالمؒ اور علاّمہ اقبالؒ کے تصوّف کا سماجی پہلو	۲۷۲
نسرین	عاصی فائقی- شہر گل کے آئینہ میں	۲۷۵
اشفاق فاروق ٹھوکر	ماحولیات مقاصد شریعت کے تناظر میں	۲۷۷
زینت پروین	بھیگی پلکیں کے افسانوں میں نسائی پہلو	۲۸۰
ڈاکٹر شیخ جمیل علی	شاہ ولی اللہؒ دہلوی کی تجدیدی مساعی	۲۸۲
ڈاکٹر شگفتہ اقبال	صادقہ نواب سحر ناول ’’جس دن سے‘‘ کے آینے میں‘	۲۸۵
ڈاکٹر راشد خان	ر ینو بہل کے افسانہ ’’خلش‘‘ کا تنقیدی و تحقیقی مطالعہ	۲۸۶
بلقیس امین	سجاد ظہیر کا ناول ’’لندن کی ایک رات‘‘ کا تجزیاتی مطالعہ حقوق انسانی کے تناظر میں	۲۸۸
ڈاکٹر محمد طیب	محمد حسن کے ریڈیو ڈرامے	۲۹۱
ڈی عبد العلیم	پروفیسر علی احمد فاطمی کی اقبال شناسی	۲۹۳
ا۔طاہر حسین ۲۔تبسم رجب	میر کی شاعرانہ عظمت: شعرائے اردو کی نظر میں	۲۹۵
محمد وقار صدیقی	’ ’میری نظر تم نا نھ ہر بکھی لوڑیں‘‘	۲۹۷
محمد نجم الزماں	فیض کی شاعری کے منفرد رنگ	۲۹۹
ڈاکٹر منان خان	ا ردو تحقیق اور دورِ حاضر	۳۰۲
شہزادہ اختر	ترجمے کی ضرورت	۳۰۶
ڈاکٹر محمد یاسین کمبے	تصور شعر و سخن در نظر مرزا غالبؔ	۳۰۷
ڈاکٹر پرویزہ اختر	میر سید علی ہمدانی ایک ہمہ گیر شخصیت	۳۱۰
ڈاکٹر لطیف احمد بٹ	سیاست کے تانے بانے۔ چند ناولوں کی نظر میں	۳۱۴
ڈ اکٹر شبیر احمد ملک	کرشن چندر کے افسانوں میں موضوعات کا تنوع	۳۱۵
ڈاکٹر رؤف احمد میر	ا ردو تحقیق کے معلم اوّل: حافظ محمود شیرانی	۳۱۷

عشرت حسین بٹ	تلوک چند محروم کی غزلیہ شاعری کا موضوعاتی مطالعہ	۳۱۸
امتیاز احمد ڈار	ڈ اکٹر عظیم امروہوی کے سلامیہ لب و لہجے کا تنقیدی مطالعہ: سلامِ عظیم کے حوالے سے	۳۲۰
و اجدہ بانو	ا ردو ڈرامہ (آزادی کے بعد)	۳۲۳
ڈ اکٹر شگفتہ اقبال	ناولٹ ''ایک چادر میلی سی'' ایک جائزہ	۳۲۵
ڈاکٹر اسماء گل	موجودہ نظام تعلیم میں تعلیم نسواں کی اہمیت وافادیت	۳۲۷
ڈ اکٹر عمر فاروق	یوسف حسین خان کی نظر میں اقبال	۳۲۹
ڈ اکٹر جاوید احمد نجار	کشمیر اور ایران کے درمیان ادبی اور لسانی تعلقات	۳۳۱
شہزاد احمد	ا فسانہ ''نفرت کے دنوں میں'' ایک جائزہ	۳۳۳
ڈاکٹر جاوید اقبال	ڈ یجیٹل انڈیا پر ایک نظر	۳۳۵
ڈ اکٹر محمد حسین زرگر	ا ردو کا ذخیرہ الفاظ: ایک جائزہ	۳۳۷
صلاح الدین شاہ	ا دب اور ادیب کا سماجی سروکار	۳۴۰
اسرار احمد خاں	پریم چند کے ناول ''بیوہ'' کا تانیثی مطالعہ	۳۴۲
۱: محمد سرور لون ۲: غلام محمد کمہار	کرشن چندر اور تقسیم ہند	۳۴۴
سمرینہ عباس	شمالی ہند میں خواتین کی اہم خودنوشت ایک جائزہ	۳۴۷
اعجاز احمد	پروفیسر حامدی کاشمیری اور اکتشافی تنقید	۳۴۹
ڈ اکٹر سید نجی اللہ	ر یاست تلنگانہ میں اقلیتی طبقات کی تعلیمی ترقی کے قابل تقلید اقدامات: ایک جائزہ	۳۵۱
شبیر احمد ڈار	سرسید احمد خان: اصلاحِ معاشرہ کے پُر زور علمبردار	۳۵۳
ڈ اکٹر نجم بٹ	میر کی حیات اور ادبی خدمات	۳۵۵
ڈ اکٹر فیاض احمد رونیال	قرۃ العین حیدر! انسانی اقدار کی ترجمان	۳۵۹
۱۔ ڈاکٹر اعظم انصاری ۲۔ شگوفہ	لکھنؤ کے ابتدائی ناولوں میں مختلف ادبی رجحانات	۳۶۲
ڈاکٹر سید مصطفیٰ مرشد جمال شاہ القادری	حضرت سید شاہ مرشد علی القادری کی شاعری اور عشق حقیقی	۳۶۶

لکھنؤ کے ابتدائی ناولوں میں مختلف ادبی رجحانات

۱۔ڈاکٹر اعظم انصاری

اسسٹنٹ پروفیسر

۲۔شگوفہ

ریسرچ اسکالر

خواجہ معین الدین چشتی لینگو ویج یونیورسٹی، لکھنو

Mob.9621272244

اردو زبان وادب کی تاریخ میں دبستان لکھنؤ کسی تعارف کامحتاج نہیں ہے۔اس سرزمین نے اردو کی بیشتر اصناف سخن کو سرسبز وشادابی عطا کی ہے ۔اردو کی بیشتر منظوم ومنثور داستانوں کی آبیاری اسی ذرخیز علاقہ نے کی ہے۔ یہاں کی تہذیب وثقافت، آداب زندگی، طرز معاشرت اور رہن سہن وغیرہ کا ذکر جس لطیف زبان اور شائستہ انداز سے نثر مرجز میں کیا گیا ہے وہ اپنی مثال آپ ہے ۔1857 کی ناکام بغاوت سے قبل اردو کے ادیبوں کو ملک کے بدلتے ہوئے سماجی، سیاسی، معاشرتی، ادبی و لسانی صورتحال کا احساس ہوگیا تھا۔ٹرین، موٹر کار، ہوائیجہاز، ٹیلی فون، ریڈیو، اخبارات، چھاپے خانے ، فیکٹریوں جیسی جدید ایجادات نے لوگوں کے سوچنے ، سمجھنے اور ان پر غور وفکر کرنے پر مجبور کردیا۔انگریزی نظام حکومت اور ادبی نظریات نے ادبی اذہان و قلوب کو متاثر کیا۔ادیبوں اور شاعروں نے نئے نظریات کو خوش آمدید کہا۔انہوں نے اپنے ادبی ذوق کی تسکین کے لئے ماورائی وتصوراتی دنیا سے نکل کر حقیقت نگاری کی طرف رجوع کرنا شروع کردیا۔خصوصی طور پر فکشن میں داستانی ادب کا رومانی سحر ٹوٹنے لگا اور زبان و ادب کے لئے مشہور شہر لکھنؤ میں اس کے خاص اثرات ظاہر ہونے لگے۔اردو ناول کے آغاز سے قبل لکھنؤ میں جو مختصر داستانیں تحریر ہوئیں ان میں جعفر علی شیون کی 'طلسم حیرت' ۱۸۴۶ء، رجب علی بیگ سرور کی 'فسانۂ عجائب' ۱۸۵۶ء اور مہجور کی 'نورتن' وغیرہ میں چند حقیقی مسائل کے ساتھ عوامی کرداروں کا عکس اور مافوق الفطرت سے اجتناب کی شعوری کوششوں کو واضح طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔اس بدلتے ہوئے سماج کے زیر اثر حقیقت نگاری کے رجحان کو فروغ حاصل ہوا۔اس دور کے ادیبوں وشاعروں نے ہوا کے رخ کے ساتھ چلنے کے لئے اپنے قلم کو جنبش دی ہے۔محمد حسین آزاد نے اس کے متعلق خامہ فرسائی کی ہے۔

"ہمارا ملک عنقریب آفرینش جدید کے وجود میں قالب تبدیل کرنا چاہتا ہے۔ نئے نئے علوم ہیں، نئے نئے فنون ہیں۔سب کے حال نئے ہیں، دل کے خیالات نئے ہیں، عمارتیں نئے نئے نقشے کھینچ رہیں ہیں۔رستے نئے خاکے ڈال رہے ہیں"

(نیرنگ خیال۔حصہ اول، دیباچہ ص۔۱)

یہ اقتباس اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اس عہد کے تخلیق کاروں کا ذہن داستانوں کی بھول بھلیاں سے نکل کر سماجی حقیقت نگاری کے نئے نئے نقشے کھینچ رہا ہے۔حقیقی واقعات کو جیتے جاگتے کرداروں کے ذریعہ جدید پس منظر میں بیان کر رہا ہے اور قاری کو اس عہد کی حقیقی زندگی کا عکس دکھا رہا ہے ۔ لہٰذا داستان سے مختلف جس جدید فن کی جانب ادیبوں کی توجہ مبذول ہوئی وہ صنف ناول ہے۔

ناول کے جدید تقاضوں اور سماجی اصولوں کے نقطۂ نظر سے تقریباً تمام ناقدین اور مصنفین نے ناول کی فنی اوصاف کا تعین کیا ہے۔مغربی ومشرقی ناقدوں نے ناول کے متعلق مختلف ومتضاد آرا پیش کی ہیں۔ برطانیہ کی مشہور و معروف مصنفہ کلارا ریوز نے نہایت مختصر انداز میں ناول کے متنوع موضوعات کا احاطہ کیا ہے جس سے اس صنف کی سماجی وحقیقی زندگی کی اہمیت کا اندازہ بخوبی لگایا جاسکتا ہے۔

"ناول اس زمانے کی زندگی اور معاشرے کی تصویر ہے جس زمانے میں وہ لکھا ہے"

(The novelist of the Novel P45)

صنف ناول سماجی حقیقت نگاری پر مبنی ہے اس لئے ادب کے ذریعہ سماجی اصلاح کی کوششیں کی جانے لگیں اور اس کوشش کے نتیجہ میں ڈپٹی نذیر احمد کے خامہ زرنگار سے اردو ناول نگاری کا نقش اول "مراۃ العروس" کے نام سے ۱۸۶۹ء میں زیور طبع سے آراستہ و پیراستہ ہوکر منظر عام پر آیا۔ناول نگاری کے آغاز کے بعد اردو ادب خصوصاً لکھنؤ میں اس دور کے سماجی، سیاسی اور اخلاقی عوامل نے ناول نگاری کے ابتدائی سرمائے میں گراں قدر اضافہ کیا ہے۔ عام طور پر اس ماحول کے پروردہ مصنفین کے قلم سے مختلف نوع موضوعات پر ناول تخلیق کئے گئے جن میں موضوعاتی انفرادیت اور زبان و اسلوب کی انفرادیت کو صاف طور پر دیکھا و محسوس بھی کیا جا سکتا ہے۔یہ ناول معاشرتی، اصلاحی، رومانی، تاریخی اور مزاحیہ موضوعات کو ادا کرتے ہیں لیکن کسی ایک رجحان کا پابند نہیں ہیں بلکہ ان میں بیک وقت کئی رجحانات کی نشاندہی کی جاسکتی ہے۔اس ضمن میں لکھنؤ کے پہلے ناول نگار رتن ناتھ سرشار کا ناول 'فسانۂ آزاد' اپنے عہد کے کئی رجحان کو بخوبی عیاں کرتا ہے۔علاوہ ازیں عبدالحلیم شرر،

حکیم محمد علی طیب، منشی سجاد حسین (ایڈیٹر اودھ پنچ)، مرزا ہادی رسوا، عاشق حسین عاشق، فدا علی خنز لکھنوی، موہن لال فہم، جوالا پرشاد برق، عباس حسین ہوش، مولوی سید اصطفیٰ (خورشید لکھنوی) اور ابوالعلاء سعید احمد (ناطق لکھنوی) وغیرہ نے لکھنؤ میں مختلف رجحانات کے ناولوں کے فروغ میں اہم رول ادا کیا ہے اور ناول کے فن و ہیئت کو مزید تقویت بخشی ہے۔

تاریخی و ادبی نقطہ نظر سے دیکھا جائے تو لکھنوی معاشرت زندگی کے ہر شعبہ میں منفرد اعمال و اختراعات کی حامل تھی۔ یہ مقام ایک ایسے کلچر کی نمائندگی کرتا تھا، جو فن شناسی و ہنر پروری کے لئے مشہور و مقبول ہو چکا تھا۔ فن سپہ گیری و صناعی، شعر و نغمہ اور فکر و ادب جیسے تمام تفریحی امور کا مسکن بن چکا تھا۔ اس معاشرے کے علم بردار نوابینِ اودھ کے ساتھ رؤسا و امراء تھے۔ ان کے زندگی بسر کرنے کے طور طریقے اور مشغولیات ثقافت لکھنؤ کا خاصہ بنے اور ان کے اثرات عام اہل لکھنؤ پر بھی مرتب ہوئے۔ نوابینِ اودھ کے عہد میں یہ ریاست فنون لطیفہ کی آماجگاہ اور خوشحال و امن پسند ماحول کی ضامن بن گئی۔ لیکن اودھ کے عہد آخری تاجدار واجد علی شاہ کی معزولی کے بعد یہ معاشرہ زوال کی راہ پر گامزن ہو گیا۔ جن ادیبوں نے لکھنؤ کا عیش پرستانہ ماحول دیکھا تھا اب انہیں کی آنکھوں کے سامنے زوال لکھنؤ گردش کر رہا تھا۔ اس نشیب و فراز نے ادیبوں کے اذہان و قلوب کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ انہوں نے لکھنؤ کے گردش لیل و نہار کو اپنے جذبات، احساسات و خیالات کا جامہ پہنا کر قاری کے روبرو پیش کر دیا ہے۔

لکھنؤ کے ناول نگار کی حیثیت سے رتن ناتھ سرشار کا نام سر فہرست ہے اور انہوں نے کئی ناول تصنیف کئے ہیں۔ ان ناولوں میں 'فسانۂ آزاد' ۱۸۸۰ء ان کا شاہکار ناول ہے جو لکھنؤ کے معاشرتی پس منظر اور زبان و بیان کے ساتھ ہی ساتھ تہذیبی زوال کی بہترین نمائندگی کرتا ہے۔ علاوہ ازیں 'سیر کہسار' 'کامنی' اور 'جام سرشار' بھی لکھنوی معاشرت کے عکاس ہیں لیکن جزئیات نگاری کے اعتبار سے 'فسانۂ آزاد' سب سے اہم ہے۔ جہاں ایک جانب ناقدین اس ناول کے بے ربط و تسلسل قصہ و پلاٹ پر اتفاق رکھتے ہیں وہیں دوسری جانب اس قول پر بھی متفق الرائے نظر آتے ہیں کہ یہ لکھنؤ کے زوال پذیر معاشرت کا حقیقی مرقع ہے۔ سرشار لکھنؤ کے باشندے اور رجب علی بیگ سرور کے شاگرد رشید تھے۔ وہ فسانہ عجائب کی زبان سے بے حد متاثر تھے۔ انہوں نے اپنے سامنے مغربی تہذیب کو طلوع ہوتے ہوئے دیکھا تو مشرقی تہذیب و تمدن کے سورج کو غروب ہوتے ہوئے بھی دیکھا جس کے اثرات ان کے ناولوں میں جگہ جگہ دیکھنے کو ملتے ہیں۔ انہوں نے موضوعات کے حوالے سے لکھنوی تہذیب کو تمام تر جزئیات کے ساتھ اپنے ناولوں میں پیش کیا ہے جو جا بجا جلوہ گر ہیں۔ زوال پذیر لکھنوی معاشرت کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

''میاں اب وہ لکھنؤ کہاں وہ لوگ کہاں لکھنؤ کا محرم رنگیلے میاں جان عالم کے وقت میں دیکھتا تو اوج طور بھی عش عش کر جاتا بانکوں کی شمشیر دو پیکر (چوڑے سینے دار) جب دیکھو میاں سے دو انگل باہر۔ ایک گھنٹوں میں بیس بیس خانہ جنگیوں کی خبر آتی تھی۔ وہ دھکم دھکا وہ بھیڑ بھڑکا ہوتا تھا کہ واہ جی واہ انتظام کرنا خالہ جی کا گھر نہ تھا۔ ادنیٰ ادنیٰ آدمی ہزاروں لٹاتا تھا اب کوئی بھی نذر حسین نہیں نکالتا اب انیس کے نہ دبیر مونس ہیں نہ مشیر۔ ضمیر ہیں نہ دلگیر۔ لیکن ہاتھی لٹے گا بھی تو کہاں تک اب بھی اس شہر کی ایسی عزاداری ہفت اقلیم میں نہیں ہوتی''۔

(فسانہ آزاد۔ جلد اول، ص۔ ۳۳)

لکھنؤ کی معاشی فارغ البالی و ارزانی کے دور میں شاہدان بازاری کو سماج میں بہت ہی اہم مقام حاصل تھا۔ انہوں نے زبان و بیان، شعر و شاعری، رقص و موسیقی وغیرہ میں پختگی کی بنا پر طبقۂ اشرافیہ کے علاوہ اہل لکھنؤ میں اپنی رسائی حاصل کر لی تھی۔ شعر و نغمہ، شراب اور حسن پروری ان کی زندگی کے لازمی جز تھے۔ نتیجتاً نفسیاتی خواہشات کی تکمیل کے لئے زنان بازاری کی صحبت کو معیوب نہیں سمجھا جاتا تھا۔ سیر کہسار اور جام سرشار میں سرشار نے امراء و روساء کے جنسی تلذز کا ذکر کیا ہے۔ جام سرشار میں نواب امین الدولہ اور ان کی ملازمہ ظہورن کی داستان محبت کو نوابی ماحول کے تانے بانے میں پیش کیا ہے۔ جب ظہورن سے داد عیش حاصل کرنے کے بعد نواب صاحب کا دل بھر جاتا ہے تو وہ ایک خوبصورت اور دلکش اداؤں کی ملکہ انگریز حسینہ سے جنسی تسکین حاصل کرتے ہیں۔ نواب صاحب کے اس عمل سے ظہورن کے دل میں عورت کی سوتیہ ڈاہ جاگ جاتی ہے اور اس کے اندر انتقام کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ وہ انتقام لینے کے لئے نواب کے محل سے نکل کر طوائف کے کھوٹھے پر بیٹھ جاتی ہے جس کے سبب نواب صاحب کی عزت خاک میں مل جاتی ہے۔ اس ناول میں بدلتے ہوئے حالات کے مطابق ظہورن کے اندر آئی تبدیلی کو صاف طور پر دیکھا جا سکتا ہے۔ ظہورن لکھنؤ کی شریف عورتوں کی طرح نواب صاحب کے محل کے زنان خانہ میں خاموش گڑیا کی طرح قید رہنا پسند نہیں کرتی ہے بلکہ وہ باغیانہ تیور اختیار کر لیتی ہے۔ نواب صاحب سے جب کسی موقع پر اس کی ملاقات ہوتی ہے تو ظہورن انتقامیہ جملے ادا کرتی ہے جو اس عہد کے معاشرے کی بیشتر عورتوں کی سوتیہ ڈاہ کی کہانی کو بیان کرتا ہے۔

''ہماری اٹھتی جوانی اور جوبن کو سلامت رکھے، تم سے بہتر ہمارے خوش آمد کریں گے۔ تم ہم کو چھوڑ دو گے تو ہم بھی تم ایسے تین سو ساٹھ چھوڑ دیں گے۔۔۔۔ یہ ہم سے نہیں سہا جائے گا کہ ہماری چھاتی پر کوئی کودے''

(جام سرشار، ص۔ ۴۷۶)

سرشار کے بعد عبدالحلیم شرر نے اپنے ناولوں کے ذریعہ لکھنؤ کے سماجی و معاشرتی زندگی کے مختلف پہلوؤں کو بیان کیا ہے۔ انہوں نے ناول کے فنی اصولوں کے تشکیلی دور میں اپنے ناول 'دلچسپ' میں رؤسا و امرا کے جانشینوں کی زندگی پر روشنی ڈالی ہے جو وراثت میں ملی دولت کی بنا پر قدیم شان و شوکت سے زندگی بسر کرتے ہیں اور مغربی طرز کے رہائشی مصارف سے خود کو فیشنیبل ظاہر کرنے میں نقصانات سے دوچار ہوتے ہیں۔ انہوں نے اس ناول میں انگریزی طرز معاشرت کے اثرات کو واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔ اس ضمن میں ناول کے ہیرو کی حویلی کے متعلق اقتباس ملاحظہ ہو۔

''کوٹھی اپنے وضع سے بتا رہی تھی کہ اس میں کوئی یوروپین جینٹل مین رہتا ہے جس نے اپنے مذاق کے موافق اس کو ہر طرح سے ہوادار بنایا ہے۔ رہنے والے کا

یورپین مذاق اس بات سے زیادہ تر ثابت ہوتا تھا کہ باغ میں اکثر وہی درخت نظر پڑتے تھے جن کے پھولوں کی عمدگی صرف آنکھوں کے ذریعہ سے دماغ میں پہنچتی ہے۔قوت شامہ کو کوئی لطف حاصل نہیں ہوتا''۔

ان کے دیگر معاشرتی ناولوں جیسے''غیب داں دلہن'' میں انہوں نے مرکزی کردار مرزا مسعود کے مہذب وشاعرانہ مزاج لیکن تماش بنی میں ملوث اور غیر مستقل مزاجی کو واضح کیا ہے۔اسی طرح ناول'' آغا صادق کی شادی'' میں نکاح سے قبل عروس کی شکل نہ دیکھنے کی رسم کی طرف ذہن مبذول کرایا ہے۔لکھنوی معاشرے میں شادی بیاہ کے موقع پر رائج رسومات کو بہت ہی دلکش انداز میں پیش کیا ہے اور مرکزی کردار آغا صادق کی زبانی فرمان رسول کی جانب رسائی کرا کر واعظانہ جملے کو اس انداز میں ادا کروایا ہے۔

''یہ سارا جھگڑا محض اس وجہ سے پیدا ہوا کہ میں نے حضرت رسالت علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس حکم کی پروانہ کی عقد و نکاح سے پہلے بی بی کی صورت دیکھ لینی چاہیئے''۔

(آغا صادق کی شادی،ص۔۷۸)

ان کے علاوہ مرزا ہادی رسوا نے اپنے ناولوں 'شریف زادہ' 'ذات شریف' اور امراؤ جان ادا وغیرہ میں لکھنوی معاشرت کی تصویر کشی بہت ہی پر کشش انداز میں کی ہے۔انہوں نے اپنے ناول 'ذات شریف' میں لکھنوی نظام معاشرت کی جانب اشارہ کرتے ہوئے قلم فرسائی کی ہے۔

''یہ افسانہ اور اس کے علاوہ اردو ناول جو ہم نے تحریر کئے ہیں۔ان میں کسی میں کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے جس سے دل ودماغ پر کوئی شدید اثر مشل ہوں یا خوف یا رقت وغیرہ طاری ہو سکے۔کیونکہ اصل منشا ہمارا اس افسانہ نویسی سے نظام معاشرت کے واقعات کی فراہمی ہے''۔

(مرزا ہادی رسوا ،ذات شریف ص۳)

رسوا نے ناول'' امراؤ جان ادا' میں لکھنؤ کے نوابین کی وضع قطع، شعر وشاعری کے جلسوں، مجرے کی محفلوں، مقامی میلوں، رجب کی نوچندی پر درگاہ کے رونقوں کا حقیقی مرقع پیش کیا ہے۔اسی طرح 'ذات شریف' میں امراء کی نسل سے تعلق رکھنے والے ناعاقبت اندیش کرداروں کے خدوخال واضح ہوتے ہیں اور 'شریف زادہ' سے معاشرتی جدوجہد، اعلیٰ افکار، تعلیمی اہمیت اور صنعت وحرفت کے منفرد اغراض ومقاصد ظاہر کئے گئے ہیں۔امراؤ جان ادا کا یہ اقتباس ملاحظہ ہو۔

''صاحب اس زمانے کا فیشن یہی تھا۔کوئی امیر رئیس ایسا بھی ہوگا جس کے پاس رنڈی نہ ہو۔نواب صاحب کی سرکار میں جہاں اور سامان شان وشوکت کے تھے وہاں سلامتی منانے کے لئے جلوسوں میں ایک رنڈی کا بھی اسم تھا''

(امراؤ جان ادا،ص۔۸۷)

رومانی رجحان کے تحت تحریر کی گئی بیشتر تصانیف، غیر معمولی آراستگی، آرائشی فراوانی، محاکاتی انداز یا داستانی ادب کے زیر اثر حسن عمل کو بلند وسرنگوں حالت میں پیش کرتی ہیں۔اردو ادب میں رومانی تحریک فطری و منطقی اصولوں یعنی علی گڑھ تحریک کی منطقیت اور عقلیت پسندی کے ردعمل کے طور پر ظاہر ہوئی جس نے حقیقی کرداروں کو رومانی وصف کے ساتھ پیش کیا ہے۔مرزا عباس حسین ہوش کا ضخیم ناول''ربط ضبط'' قدیم رومان کی طرز پر زیر زمین دفینہ خزانوں، خفیہ راستوں اور عشقیہ کشمکش، شجاعت و بہادری کے کارناموں کی وضاحت کرتا ہے اور غدر کے خونچکاں حالات اور اس وقت کے قتل و غارت گری کے خوفناک مناظر کو بہت ہی الم ناک انداز میں بیان کیا ہے۔غدر کے خونی منظر کو الفاظ کا جامہ پہنا کر اس طرح پیش کیا ہے۔

''کہیں خون کا دریا بہتا ہوا سامنے آجاتا ہے۔کبھی بے وارثی لاشوں پر گزر ہوتا ہے کبھی تلواروں کی چمک سے آنکھ خیرہ ہوتی ہے۔ڈراونی آوازیں توپ بندوقوں کی صداؤں کی طرح دل وجگر ہلاتی ہے، رونے پیٹنے کی دلخراش صدا کانوں کے پردے پھاڑے ڈالتی ہے۔کبھی ساتھ والے آنکھوں سے نہاں ہو جاتے ہیں۔کبھی جنگل میں بھگدڑ کا انقلاب معلوم ہوتا ہے۔ساتھ چھوٹ گئے، لٹ گئے۔نفسی نفسی کا عالم ہے''۔

(ربط ضبط ص ۳۴۷)

ا ن کے علاوہ مولوی سید اصطفٰی کا دو جلدوں پر مشتمل ناول 'سلطان وحشمت آرا' کے ہیرو 'سلطان' کے کردار سے داستانی ادب کے شہزادوں کی سی صفات ظاہر ہوتی ہیں۔جو نا موافق حالات میں تاب نہیں لا پاتے ہیں۔اس کی دلیری کے واقعات بھی متضاد صفات کے ساتھ رقم ہوئے ہیں اور اس ناول کے کردار مزاج کے تغیرات کا انسانی جواز پیش کرتے ہیں۔اس ناول کا مرکزی کردار سلطان میں بھی وہ تمام صفات صاف طور پر دیکھی جاسکتی ہیں۔سلطان اپنی معشوقہ کی بے وفائی سے حیران و پریشان ہو کر اپنی عاجزی وانکساری کو اس انداز میں بیان کرتا ہے۔

''میری جان میری پیاری۔میں تو آپ سوچ کے تمام ہوا جاتا ہوں، میں اپنے اس قدر ٹھہرنے کی نسبت معافی کا خواستگار ہوں۔اب ہاتھ جوڑتا ہوں۔اللہ معاف کرو، خواہ مجھ پر جو گزرے''۔

(سلطان وحشمت آرا ،ص۔۵۳)

اس روش کے ناول نویسوں میں عاشق حسین عاشق اپنی تخلیق 'مظفر اور رابائی' 'اسلم اور حبیبہ' میں رومانوی مفہوم کو کافی موثر انداز میں پیش کرتے ہیں۔جس میں پہلا ناول مغلیہ دور کے ایک جری کمانڈر کے عشقیہ قصے کے ضمن میں پیش کیا گیا ہے اور دوسرا 'روم' کے شہزادے کی نسوانی کرداروں کے متعلق منفی ذہنیت کو واضح کرتا ہے مثلاً شہزادہ ایک مقام پر ذکر کرتا ہے۔

'' زلیخا کا مشہور اور حیرت انگیز قصہ آپ کلام پاک میں دیکھ چکے ہیں جس کی بابت خدا تعالیٰ نے تہدید آمیز الفاظ استعمال کیے ہیں کہ'' ان کیدکن عظیم'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عورت کی فطرت میں مکروفریب کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا ہے''

(اسلم اور حبیبہ،ص۔۲۵)

تاریخ اس بات کی شاہد ہے کہ کسی بھی مہذب سماج میں در آئے غیر ضروری رسم و رواج، بدعات اور بداخلاقیات معاشرے کے زوال کا سبب بنتے ہیں۔یہی وہ تمام عوامل ہیں جو ہندوستان اور خاص کر لکھنوی معاشرت کے انحطاط کا وسیلہ بنے اور جس کے خاتمے کے لئے سماجی، مذہبی واصلاحی بیداری کی

جی توڑ کوششیں کی گئیں۔لکھنؤ کے جن ناول نگاروں کے یہاں اصلاحی رجحان ظاہر ہوئے ان میں سب سے پہلے رتن ناتھ سرشار کا ناول 'فسانہ آزاد' ہے۔اس ناول میں سرشار نے آزاد کے توسط سے مذہب کی ظاہر پرستی اور ریاکاری پر طنز کے نشتر چلائے ہیں۔اسی طرح عبدالحلیم شرر کے تاریخی ناول اصلاحی مقاصد لئے ہوئے ہیں۔ناول 'بدرالنساء کی مصیبت' میں عبدالحلیم شرر نے اس امر کو واضح کیا ہے کہ پردے کے حتمی شرعی احکام پر عمل پیرا ہونے کے بجائے مسلم قوم نے اس مسئلے پر اس قدر شدت اختیار کر لی ہے کہ اس کے منفی اثرات سوسائٹی پر ظاہر ہونے لگے ہیں۔اس کے علاوہ ان کا دوسرا ناول 'طاہرہ' میں قوم نصاریٰ اور ان کے زبان و علوم کی نسبت تعصب پرستی کو ظاہر کیا گیا ہے۔اس کی تردید کے لئے حقیقی مذہبی عقائد کی تشریح کا سہارا لیا گیا ہے۔ناول نگار نے اس ضمن میں ایک کردار عزیز اللہ کی زبانی عیسائیت کے متعلق اسلامی عقائد کو واضح کرنے کی کامیاب کوشش کی ہے۔

''خود مسیحوں کے بارے میں قرآن کی نص صریح حکم دیتی ہے کہ ان کے ساتھ مواکلت اور مسیحہ عورت سے نکاح جائز ہے''

(طاہرہ ،ص۔۴۲)

محمد علی خاں طبیب کا ناول 'اختر و حسینہ' میں بے مرضی کے شادی اور اس سے وجود پانے والے معاشرتی نقائص کی جانب ناول نگار نے ذہن مبذول کرانے کی کوشش کی ہے۔اس مقصد کے تکمیل کے لیے شاہ صاحب اور دوسرے کرداروں کی زبان سے لمبی لمبی تقاریر و نصیحتیں بیان کی گئی ہیں تاکہ عوام الناس دین مبین اور امور شریعت کا ادراک کر سکیں۔دوسرے ناول 'گورا' میں بیواؤں کے عقد ثانی کی ترغیب اور بچپن کی شادی کے غیر مناسب، غیر متوازن اور نفسیاتی الجھنوں کے نتائج کی نشاندہی کی گئی ہے۔ہندوؤں اور مسلمانوں میں بیواؤں کی شادی پر غیر ضروری قدغن سے پیدا ہونے والی سماجی قباحتوں اور نفسیاتی الجھنوں کے خاتمے کی مصلحانہ کوشش کو ناول کا موضوع بنایا گیا ہے۔اس طرح سے اس ناول کے توسط سے بیواؤں کے سماجی مقام کے تعین کی کوشش کی گئی ہے۔اس ناول میں ناول نگار نے آریہ سماج کے جلسے کے ذریعہ ایک کردار چندر سین کی زبانی جو کلمے ادا کرائے ہیں وہ اس بات کی مزید وضاحت کرتے ہیں۔

''وہ کم نصیب ضرور ہیں۔ان کی تقدیر ضرور پھوٹ گئی اور ان کا سکھ ضرور اٹھ گیا۔مگر میں پوچھتا ہوں کیا ان کے دلی جذبات بھی جاتے رہے اور انکی خواہشات کے تقاضے یہ سب بھی مر جاتے ہوں گے۔لیکن اگر یہی ہے تو پھر وہ چھپے چوری کیوں وہ کاروائیاں کرتی ہیں۔جن کے بیان کرنے پر بھی شرم آتی ہے۔اور ایسی حالت میں تو میرا دل کہہ رہا ہے کہ آپ کا انصاف آپ سے کہہ کر رہا ہوگا کہ پنر بواہ یا نیوگ کرنا اوچت نہیں ہے۔ضروری ہے اور نہ کرنا پاپ، یہ بڑی بے رحمی اور سنگدلی ہے''۔ (گورا،ص۔۱۷)

اسی عہد میں ظرافت نگاری کے مدنظر مزاحیہ ناول تصنیف کرنے والوں میں رتن ناتھ سرشار کا 'فسانۂ آزاد' منشی سجاد حسین (ایڈیٹر اودھ پنچ) کا ناول 'احمق الذین' 'حاجی بغلول' اور 'طرح دار لونڈی' مزاح نگاری کے موضوعات کے تحت تخلیق کئے گئے ہیں۔ان کے علاوہ منشی سجاد حسین انجم، نواب فضل الدین کا ناول 'فسانہ خورشیدی' علی عباس حسینی اور شوکت تھانوی کے ناولوں میں مزاحیہ آمیزش کو صاف طور پر دیکھا جاسکتا ہے۔شوکت تھانوی اپنے مختصر مکالموں سے مزاح پیدا کرنے کا ہنر خوب جانتے ہیں۔ان کے ناول 'سوتیا چاہ' کا ایک کردار 'تارا' رشتہ ازدواج کے لئے آئی تصاویر پر تبصرہ کرتی ہے اور مزاحیہ ماحول سے اپنی سہیلیوں کو دوچار کراتی ہوئی مکالماتی انداز میں گفتگو کرتی ہے۔

''یہ بے چارے مہاتما گاندھی کے چھوٹے بھائی ہیں اور دس برس سے برت رکھتے ہیں، دیکھو تو موئے کی ہڈیاں پسلیاں کوٹ کے اندر دکھائی دے رہی ہیں''

ایک دوسری تصویر کے متعلق عرض کرتی ہے ''یہ صاحب لڑکے کے والد نہیں بلکہ خود لڑکا ہے''۔

ایک تیسری تصویر کے متعلق بیان کرتی ہیں

''آپ ایسی جورو چاہتے ہیں جو بالکل میم کی بچی ہو۔یعنی بے پردہ، بال کٹی ہوئی ، پیانو بجانے کی ماہر، گانا بھی عمدہ جانتی ہو، انگریزی گانا جاننے والی کو ترجیح دی جائے گی ، موٹر چلانا بھی جانتی ہو۔مختصر یہ کہ ان کو سودیشی نہیں بلکہ ولایتی بیوی درکار ہے'' (سوتیا چاہ ص ۳۸،۳۹)

لکھنؤ کے ابتدائی تاریخی ناول نگاروں میں عبدالحلیم شرر کا نام سر فہرست ہے۔انہوں نے پہلا تاریخی ناول 'ملک العزیز ورجینا' تحریر کر کے اردو ادب میں تاریخی ناولوں کو فروغ دیا۔یہ ناول اسلامی تاریخ کی ایک صلیبی جنگ پر مبنی ہے اور اس میں صلاح الدین ایوبی کے بیٹے عزیز اور شہزادی ورجینا کی داستان عشق کو بیان کیا گیا ہے۔اس کے علاوہ 'حسن انجلینا' 'منصور موہنا' 'عزیز مصر' اور 'فردوس بریں' وغیرہ ناولوں میں کسی نہ کسی دلچسپ و تاریخی قصے کے ضمن میں تحریر کئے گئے ہیں۔شرر نے جس رجحان کے تحت تاریخی ناول تحریر کئے وہ اصلاحی رجحان تھا۔لہٰذا انہوں نے مسلم معاشرے کی اصلاح کے لئے اسلامی تاریخ کے کرداروں کا انتخاب کیا ہے۔یہ ناول اس عہد میں نہایت مقبول ہوئے اور ان کی شہرت و مقبولیت سے متاثر ہو کر دیگر ناول نگاروں نے بہت سے تاریخی ناول تحریر کئے ہیں۔ان ناول نگاروں میں محمد علی طبیب کا 'عبرت' 'جعفر و عباسہ' 'دیول دیوی' وغیرہ اہم ہیں۔ان کے علاوہ عاشق حسین عاشق کا 'مشتاق و زہیرہ' 'شادی و غم' اور موہن لال فہم کا ناول 'پری خانہ' اور 'بزم اکبری' وغیرہ کے قصے نہایت ڈرامائی انداز اور تاریخی احوال کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں۔علاوہ ازیں لکھنؤ میں کئی دوسری ہیئت کے ناول جیسے جاسوسی، مذہبی اور پر اسراری رجحان کو خاص طور پر واضح کرتے ہوئے تخلیق کئے گئے ہیں ہیں اور ان کی ایک بڑی تعداد بھی موجود ہے جن میں یہ رجحانات پائے جاتے ہیں۔